قسط:۱۲

ورق ورق زندگی

پروفیسر خالد شبیر احمد

مسلمانوں کے خلاف انگریز، ہندو، سکھ اتحاد:

قیام پاکستان سے پہلے ہی پورے ہندوستان میں ہندو مسلم فسادات کی آگ پھیل چکی تھی۔ اُن علاقوں کے مسلمان خصوصی طور پر ہندوؤں اور سکھوں کے ظلم وستم کا نشانہ تھے جو بھارت کے حصے میں آئے اور ان فسادات کو اُس وقت ہوا میسر ہوئی جب ہندوستان میں کانگریس حکومت نے باقاعدہ طور پر اقتدار سنبھالا۔ سردار پٹیل وزیر داخلہ بنے جن کی مسلم دشمنی قیام پاکستان سے پہلے ہی ایک مسلّمہ حقیقت کے طور پر تسلیم کر لی گئی تھی۔ بھارت کے دارالحکومت دہلی میں مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ اس بات کی دلیل ہے کہ بھارتی حکومت ان فسادات میں کلّی طور پر ملوّث تھی۔ وہ مسلمانوں کو پاکستان کے حق میں ووٹ دینے کی سزا دینے کا تہیہ کر چکی تھی اور چاہتی تھی کہ جو مسلمان بھارت کے علاقے سے پاکستان جائیں وہ سب انتہائی کسمپرسی کے عالم میں ہوں۔ اُن کے حوصلے پست ہوں اور انتہائی غربت کا شکار ہو کر پاکستان کی نئی حکومت کے لیے مشکلات کا باعث بنیں۔

تقسیم ہند کے وقت انگریزوں اور ہندوؤں کی متفقہ حکمتِ عملی بھی یہ تھی کہ ملک کی فوج کے دو حصے کر دیے جائیں اور وہ فوج جن پر مسلمانوں کی اکثریت ہے اسے تقسیم ملک کے وقت ملک سے باہر رکھا جائے اور جو فوج ہندوستان یعنی بھارت کے حصے میں ہو اسے ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلا دیا جائے اور اس فوج سے بھی مسلم کشی کا کام لیا جائے۔ چنانچہ یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ جب تک ہندوستان کی فوج نے فسادات میں حصہ نہیں لیا۔ دہلی اور امرتسر کے مسلمانوں نے ہندو اور سکھوں کے ساتھ بڑی دلیری سے مقابلہ کیا۔ لیکن جب ہندوستان کی فوج نے فسادیوں کی اعانت شروع کر دی تو پھر مسلمان بے بس ہو گئے اور کسمپرسی کے عالم میں پاکستان پہنچے اور واقعی پاکستان کی نئی حکومت کو مختلف مسائل اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

انگریز اور ہندو قیادت دونوں کا یہ ایک متفقہ منصوبہ تھا کہ پاکستان ایک نہایت کمزور ملک کی حیثیت میں قائم ہو، ایسے حالات پیدا کیے جائیں کہ یہ کمزور ملک مشکل حالات میں ایسے مسائل سے دوچار ہو جائے جن کی موجودگی میں پاکستان مستحکم نہ ہو سکے۔

لاکھوں مسلمان وطن چھوڑ کر لٹے پٹے پاکستان پہنچے، لاکھوں ہندوستان کی سرزمین پر ہندوؤں اور سکھوں کی انسان دشمنی کا شکار ہو کر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ہزاروں مسلمان لڑکیوں کی عصمتیں قیام پاکستان کے موقعہ پر ہندوؤں

اور سکھوں کی ہوس پرستی کا شکار ہوئیں۔ آخر اس ساری تگ ودو کا مقصد کیا تھا۔ اگر اس دور کے تاریخی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے تجزیہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہندو اور سکھ دونوں یہ نہیں چاہتے تھے کہ ایک مضبوط و مستحکم پاکستان وجود میں آئے۔ ہندوؤں کی اکثریت جن کی قیادت کانگریس کر رہی تھی کا اندازِ فکر پاکستان کے بارے میں انتقامی تھا کہ اگر مسلمان پاکستان چاہتے ہیں تو لے لیں اور اس جُرم کی پاداش میں سزا بھی بھگتیں۔ جہاں تک ممکن ہو پاکستان کے علاقے کو مختصر سے مختصر کرنے میں کوئی کمی نہ کی جائے۔ پاکستان کے علاقے کو جہاں تک ممکن ہو کم سے کم کر دیا جائے تا کہ جب پاکستان بن جائے تو پھر اُنہیں ایسے حالات میں دھکیل دیا جائے کہ پاکستان اقتصادی طور پر مضبوط نہ ہو سکے۔

قیامِ پاکستان کے دو سال بعد نومبر ۱۹۴۹ء میں ہندوستان کی آئین ساز اسمبلی میں سردار پٹیل نے بطور وزیر داخلہ تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

''ہم نے آخری چارہ کار کے طور پر تقسیم کو تسلیم کیا تھا۔ جب ہم سب کچھ کھو دینے کو تھے، مسٹر جناح کٹا پھٹا پاکستان ہرگز نہیں چاہتے تھے۔ لیکن انہیں تلخ نوالہ نگلنا پڑا۔ میں نے یہ شرط بھی لگا دی تھی کہ صرف دو ماہ کے اندر اندر اقتدار منتقل کرنا ہوگا۔''

پاکستان بن جانے کے بعد حالات اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ کانگریس کا تقسیم قبول کرنا ایک جنگی چال تھی۔ اُن کے اصل عزائم سارے ہندوستان پر حکومت کرنا تھا جس میں اب تک بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ لہٰذا اس وقت اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ حکومت ہند کو برطانیہ کے جانشین کے طور پر تسلیم کیا جائے اور پاکستان کے علاقے کو ایک علیحدہ شدہ علاقوں کے طور پر مانا جائے بلکہ ان کے ساتھ علیحدہ شدہ علاقے کے طور پر سلوک بھی کیا جائے۔ پاکستان میں شامل ہونے والے علاقے کم سے کم ہوں پاکستان میں صرف مشرقی بنگال مغربی پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے علاقے شامل ہوں اور اس وقت کا شمال مغربی سرحدی صوبہ پاکستان کا حصہ نہ بن پائے۔ پاکستان کو سول اور فوجی افرادی قوت، اور مادی قوت کے وسائل کے اعتبار سے کمزور کرنے کے لیے ایسی رکاوٹیں ڈالیں جائیں کہ پاکستان اس میدان میں کبھی بھی مضبوط نہ ہو سکے۔ پاکستان کو قائم رہنے کے ناقابل بنانے کے لیے جو کچھ بھی ہو سکے کر گزرا جائے۔ کیونکہ ہندوؤں کی قیادت کو اس بات کا یقین تھا کہ پاکستان زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکے گا۔ اور آخر میں یہ قیادت ہندوستانی ریاستوں کو بھارت میں مدغم کر دینے میں بھی کامیاب ہوگئی جبکہ ریاستوں کو اس معاملہ میں آزاد چھوڑا گیا تھا کہ وہ اگر چاہیں تو اپنی آزادی کو برقرار بھی رکھ سکتی۔ لیکن حیدر آباد دکن، جونا گڑھ اور کشمیر پر بھارت نے زبردستی قبضہ کر کے اپنے جارحانہ عزائم کو تکمیل کے مراحل تک پہنچایا۔

یہاں پر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ بھارت کے یہ اس وقت کے ہی مقاصد نہ تھے بلکہ آج تک بھارت انہیں مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنی کوشش میں مصروف ہے کہ برِصغیر پر اس اکیلے کی حکمرانی ہو اور ہم اس کے اس مقصد کو ناکام بنانے میں ابھی تک کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکے بلکہ ہم نے دانستہ یا پھر نادانستہ ایسے حالات خود پیدا کر

دیے ہیں کہ بھارت اپنے اس مقصد میں جلد کامیاب ہو۔ یہ اس لیے کہ پاکستان بن جانے کے بعد قیادت اُن لوگوں کے ہاتھ میں آئی جن کا تحریک حریت کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ بانی پاکستان مسٹر جناح کی جلد وفات اور لیاقت علی کی شہادت نے بہت جلد ملک ان لوگوں کے ہاتھ میں دے دیا جو یہاں انگریزوں کے جانشین تھے اُس وقت ہندو قیادت کو اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے انگریزوں کی امداد کی ضرورت تھی جن کے ہاتھ میں انتظامیہ اور فوج کی باگ ڈور تھی۔ کانگریس اس بات کی خواہش مند تھی کہ اقتدار فوراً اُسے منتقل کر دیا جائے۔ اور وزیراعظم برطانیہ مسٹر ایٹلی کانگریس کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے تیار تھے۔ ہندوستان کے آخری وائسرائے مسٹر لارڈ مونٹ بیٹن بھی کانگریس کے ساتھ اس سلسلے میں پورا تعاون کر رہے تھے۔ گویا، ہندو قیادت اور سکھ قیادت انگریزی حکومت کا یہ اتحاد ثلاثہ۔ ہندوستان کے مسلمان کو پاکستان کے مطالبہ کی سزا دینے کے لیے متحد بھی تھا اور متحرک بھی۔

سکھوں کے عزائم:

اس پُر ہول ماحول میں سکھ کیا چاہتے تھے اور وہ کیوں ہندوؤں کی ہاتھ میں مسلم کشی کے لیے ایک تلوار کی حیثیت اختیار کر گئے تھے اسے بھی تاریخی حقائق میں جانچنے اور پرکھنے کی ضرورت ہے۔

مارچ ۱۹۴۷ء کے پہلے ہفتے میں جب خضر حیات ٹوانہ کی مخلوط حکومت پنجاب میں معزول ہوئی اور تقسیم کا امکان سامنے نظر آنے لگا تو سکھوں کے ذہن میں پنجاب کے اندر ایک سکھ ریاست بنانے کا منصوبہ موجود تھا۔ حالات اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ پنجاب کی سکھ ریاستیں اس منصوبے میں پوری طرح ملوّث تھیں۔ سکھوں کی فوجی انداز میں صف بندی کی جارہی تھی۔ اسلحہ مہیا کیا جارہا تھا اور انہیں ہندوؤں اور انگریزوں کی طرف سے مشتعل کرنے کی کوششیں بھی اپنے پورے عروج پر تھیں۔ ۳؍جون کے پلان کے اعلان کے بعد سکھوں نے مشرقی پنجاب میں اپنی جارحانہ سرگرمیاں تیز کر دیں۔ سکھوں کی اعلیٰ کونسل ’’شرد منی اکالی دل‘‘ کی طرف سے باقاعدہ اعلان ہوا کہ پاکستان کا قیام سکھوں کے لیے ہلاکت کے مترادف ہے۔ اس لیے سکھوں نے پنجاب کے اندر ایک سکھ ریاست قائم کرنے کا عزم کر لیا ہے جس کی سرحدیں ایک طرف دریائے چناب اور دوسری طرف دریائے جمنا تک ہوں گی۔ لہٰذا تمام سکھوں کا یہ مذہبی فرض ہے کہ وہ شرد منی اکالی دل کے جھنڈے تلے سکھ ریاست کے قیام کے لیے جنگ کریں۔ سکھوں کا یہ منصوبہ اور نصب العین ہی اس بات کا سبب بنا کہ بڑے وسیع پیمانے پر پنجاب کے اندر مسلمانوں کا قتلِ عام شروع ہو گیا وہ اس کوشش میں مصروف ہو گئے کہ کانگریس کے اشتراک کے ساتھ انگریزی حکومت پر دباؤ ڈالیں کہ مشرقی پنجاب کی حدود کو وسیع کیا جائے اور علاوہ ازیں پنجاب کی مسلم آبادی کو بزورِ شمشیر مشرقی پنجاب سے نکال باہر کیا جائے اور ان کی جگہ مغربی پنجاب کی سکھ آبادی کو اس علاقے میں آباد کیا کیا جائے۔ یہ وہ منصوبہ تھا جو کہ کچھ عرصہ پہلے تک کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندو قیادت نے مسلمانوں کو پنجاب سے زبردستی نکالنے کے لیے اندر خانہ سکھوں کو یہ جھانسا دیا کہ وہ سکھ ریاست کے قیام میں ان کی مدد کریں گے جس کے بدلے میں سکھ مسلمانوں کو بزورِ شمشیر پنجاب سے نکال کر پاکستان کی طرف دھکیل

دیں۔ اِدھرستم ظریفی یہ تھی کہ لارڈ مونٹ بیٹن یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس کے تدارک کے لیے کچھ بھی نہ کر سکے اور اس سلسلہ میں مسلمانوں کی وسیع پیمانے پر قتل وغارت کو نہ روکنا لارڈ مونٹ بیٹن کی وہ دیدہ ودانستہ غفلت تھی جس کی جس قدر مذمت کی جائے کم ہے اور یہی وجہ تھی کہ پنجاب کے اندر مسلمانوں کی وسیع پیمانے پر قتل وغارت ہی اُن کے مشرقی پنجاب سے مغربی پنجاب نقل مکانی کی وجہ بنی۔

پنجاب بونڈری کمیشن فورس کا قیام اور ناکامی:

منظّم اور پُر امن نقل مکانی کو عمل میں لانے کے لیے اگرچہ پنجاب میں حکومت کی طرف سے ''پنجاب بونڈری کمیشن فورس'' کا قیام عمل میں لایا گیا تاہم یہ فورس ان فسادات کو روکنے میں ناکام ہوگئی کیونکہ اس فورس کی اعلیٰ کمان انگریزوں کے ہاتھ میں تھی اور اس فورس کی تعداد جو کہ پچاس ہزار سپاہیوں اور افسران تک تھی میں اکثریت غیر مسلموں کی تھی جو خود اسی جذبے کا شکار ہو گئے جو اس وقت مسلم کشی کے لیے ابھارا گیا تھا۔ چنانچہ یہ امن قائم کرنے والی تنظیم ایک ماہ سے زیادہ اپنے وجود کو قائم نہ رکھ سکی اور مسلمانوں کو ان کے مقدر کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا۔ ہندو، سکھ اور انگریز تینوں مسلمانوں کے خلاف ایک اتحاد میں اس لیے اکٹھے ہوئے کہ انگریزوں نے مسلمانوں کے ملک پر قبضہ کیا تھا اور مسلمانوں کا جنگ آزادی میں حصہ ہندوستان کی دوسری قوموں سے وافر تھا۔ انگریز نہیں چاہتا تھا کہ جاتے ہوئے وہ مسلمانوں کو ایک مضبوط ومستحکم خواہ وہ مختصر ہی ہو حکومت دے کر جائے۔ ہندو اور سکھ مسلمانوں کی غلامی کا بدلہ مسلمانوں سے لینا چاہتے تھے اور یہی بات ان تینوں کے درمیان قدرِ مشترک بن گئی تھی۔ سکھ ہندو کی سیاست کا شکار ہو کر پھر بعد میں خود ہندو قیادت میں ہی اسی طرح اندرا گاندھی کے دور میں قتل ہوئے جس طرح انہوں نے پنجاب میں مسلمانوں کو تقسیم ہند کے وقت قتل کیا تھا۔ اسی کو مکافاتِ عمل کہا جاتا ہے اور وہ سکھ ریاست تو قائم نہ ہو سکی البتہ اب سکھ رہتی دنیا تک خود ہندوؤں کی غلامی میں چلے گئے ہیں۔ ''لو آپ اپنے دام میں صیّاد آ گیا''

مسلسل سازشیں:

جب پاکستان نہیں بنا تھا تب بھی مسلمان غیر مسلموں کی سازشوں کا شکار تھے۔ پاکستان بننے کے دوران بھی مسلمانوں کے خلاف سازشیں ہوتی رہیں اور قیام پاکستان سے لے کر اب تک بین الاقوامی سطح پر پاکستان کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں لیکن یہاں پر ایک بات ذہن میں رہے کہ سازش کی کامیابی اس وقت ممکن ہوتی ہے جب اس سازش میں قوم کی وہ مقتدر شخصیتیں شامل ہو جائیں جن کے خلاف سازش کی جارہی ہو۔ پاکستان کے خلاف ۳/جون کا پلان، ریڈ کلف ایوارڈ، ریڈ کلف کے سامنے قادیانیوں کا الگ مؤقف، جس کی وجہ سے ریڈ کلف کو یہ موقعہ مل گیا کہ اس نے ان علاقوں کو بھی بھارت میں مدغم کر دیا جو کہ ۳/جون کے پلان کے مطابق پاکستان کا حصہ بننے والے تھے۔ خاص طور پر گورداس پور کا ضلع آخری وقت میں بھارت کی تحویل میں دیا گیا تاکہ بھارت پٹھان کوٹ کے راستے ریاست کشمیر میں اپنی فوجیں بھیج کر کشمیر پر قبضہ کر سکے اس کے بعد پھر کشمیر میں ۱۹۴۷۔۴۸ کی جنگ کے دوران یو این او کی سیکورٹی کونسل کی اس

افسوس ناک قرارداد کو پاکستان کی طرف سے تسلیم کر لینا بھی اُس سازش کا ہی تسلسل تھا۔ جس کا ذکر ہم کر رہے ہیں کشمیر کی اس جنگ میں بھارت کی فوجیں شکست کی صورت حال سے دوچار تھیں، دلیل یہ ہے کہ بھارت یو۔این۔او میں فریادی بن کے گیا تھا پاکستان نہیں گیا تھا۔ پھر پاکستان کی سیاسی قیادت کو وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان قادیانی کے ذریعے امریکہ کی طرف سے دباؤ ڈال کر مجبور کیا گیا تھا کہ وہ قرارداد کو تسلیم کر لے۔ جس قرارداد کے تین بنیادی حصے درج ذیل تھے:

۱۔ جنگ فوری طور پر بند کی جائے۔

۲۔ دونوں ممالک اپنی اپنی فوجیں کشمیر سے نکال لیں۔

۳۔ جس کے بعد کشمیریوں سے رائے عامہ کے تحت پوچھا جائے کہ کیا وہ پاکستان یا بھارت کے ساتھ ضم ہونا چاہتے ہیں یا پھر آزاد خودمختار ریاست کی صورت کے حق میں ہیں۔

بھارت نے پہلی شرط تسلیم کر لی اس لیے کہ جنگ میں اس کی حالت کمزور تھی۔ پاکستان نے بھی بین الاقوامی دباؤ کے تحت اس شرط کو تسلیم کر لیا جب کہ پاکستان کا پلڑا اس جنگ میں بھاری تھا۔

جب دوسری شرط پر عمل کا وقت آیا تو بھارت نے اس وقت تک کشمیر سے فوجیں نکالنے سے انکار کر دیا جب تک پاکستان کی فوجیں کشمیر سے نہیں نکلتی۔ بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ پہلے پاکستان فوجیں نکالے اس کے بعد بھارت سوچے گا کہ کشمیر سے فوجیں نکالنی ہیں یا کہ نہیں۔ یہ رکاوٹ اس لیے پیدا کی گئی تاکہ یو۔این۔او کی قرارداد کے تیسرے حصے جس کا تعلق کشمیریوں کی رائے شماری سے تھا کا مرحلہ ہی سرے سے نہ آئے۔ پھر اس کے بعد فوج کی نگرانی میں کشمیر میں انتخاب کرا کے کشمیر کی اسمبلی کی طرف سے کشمیر کے بھارت کے ساتھ الحاق کا اعلان کروا دیا۔ یہ ہے کشمیر کی وہ ابتدائی داستان جس کی وجہ سے بھارت آج تک کشمیر پر قابض ہے۔

آخر یہ سازشیں کیوں؟ فقط اس لیے کہ یہ ملک اسلام کے نام پر، پاکستان کا مطلب کیا ''لا الہ الا اللہ'' کی گونج میں معرضِ وجود میں آیا تھا۔ ایک ایسا نظریہ جس میں احیائے اسلام اور بین الاقوامی سطح پر اتحاد بین المسلمین کے تصور کو ایک بنیادی حیثیت حاصل تھی اور جسے عرفِ عام میں ''نظریۂ پاکستان'' کہا جاتا ہے۔

اسی طرح پاکستان کا سیٹو، سنٹو کا رکن بن جانا، پھر امریکہ سے غذائی اور اسلحہ کی امداد حاصل کرنا یہ سب کچھ اُسی ایک سازش کا تسلسل ہے، جو آگے بڑھتی ہی چلی گئی اور پھر سقوطِ ڈھاکہ کا سانحہ بھی پاکستان کے خلاف ایک بین الاقوامی سازش کا ہی نتیجہ تھا جس میں بھارت، امریکہ اور روس برابر کے شریک تھے اور اصل کردار ہمارے اپنے سیاسی اور فوجی رہنماؤں کا ہی تھا کہ دشمن اس سازش میں کامیاب ہوئے۔ مختصر یہ کہ اس وقت پاکستان کے جو سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات ہیں وہ بھی اسی سازش کا تسلسل ہی ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ پاکستان کے خلاف اُنہی سازشوں کے تسلسل کی وجہ سے آج پاکستان میں کم و بیش وہی صورت حال ہے جو قیامِ پاکستان کے وقت تھی۔ جس پر ہر محبّ وطن پاکستانی اُسی طرح پریشان ہے جس طرح قیامِ پاکستان کے وقت پریشان تھا پھر یہ حقیقت اس صورت حال کو اور بھی پریشان کن بنا دیتی

ہے کہ قیامِ پاکستان کے وقت ابتلاء اور مصیبتوں کے باوجود ہمارے حوصلے پست نہیں تھے بلکہ جوان تھے۔ اور پاکستانی قوم نے اُن تمام مسائل اور مشکلات پر بڑی بہادری اور حوصلے کے ساتھ قابو پالیا تھا لیکن آج پاکستان کی سیاسی قیادت نے ملک کے اندر ایسے حالات پیدا کر دیے ہیں کہ اب حوصلے وہ نہیں رہے اور نہ ہی ہمارے عزائم میں وہ پختگی نظر آتی ہے جو قیامِ پاکستان کے وقت باوجود اُن زیادتیوں کے ہمیں نظر آتی ہے۔ اس لیے موجودہ صورت حال کو ہم اس وقت کی صورت حال سے زیادہ خطرناک اور تشویش ناک سمجھتے ہیں خدا ہمارا حامی و ناصر ہو۔

اللہ کرے ہم اُن مقاصد میں کامیاب ہوں، جس مقدس نام پر یہ ملک بنا اور مسلمانوں نے ایسی قربانیں دیں جن کی مثال تاریخ انسانیت میں کہیں نہیں ملتی۔

چنیوٹ میں قیامِ پاکستان کے وقت کیا ہوا:

اعلان پاکستان کے وقت میں اپنے خاندان کے ساتھ چنیوٹ میں ہی تھا۔ مشرقی پنجاب کے مسلمانوں پر جو ظلم و ستم روا رکھا گیا تھا اُس کا ردِعمل پورے مغربی پنجاب میں بڑی شدت کے ساتھ محسوس کیا گیا۔ ہر مسلمان کے لب پہ اس ظلم و ستم کے قصے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ادھر مسلمانوں نے بھی وہی کام شروع کر دیا جو مشرقی پنجاب میں ہو رہا تھا۔ جس کا اثر یہاں چنیوٹ میں بھی سامنے آیا۔ لیکن بہت جلد شہر کے مقتدر رہنماؤں کی مساعی سے اسے کنٹرول کر لیا گیا۔ قیامِ پاکستان کا اعلان ہوتے ہی لوٹ مار یہاں چنیوٹ میں بھی شروع ہوگئی۔ ہندوؤں کی دکانوں کے تالے توڑ دیے گئے اور ہر مسلمان دکانوں سے مختلف سامان لوٹ کر اپنے گھر لے جانے میں مصروف ہوگیا۔ ایک حکومت جا رہی تھی اور دوسری ابھی مکمل قائم نہ ہوئی تھی نظم و ضبط نام کی کوئی شے کہیں نظر نہیں آتی تھی۔ جس کے ہاتھ میں جو شے آتی لے بھاگتا حتیٰ کہ مویشی اور دوسرے جانور بھی ہانک لیے گئے۔ مجھے یاد ہے کہ چنیوٹ میں ایک ہندو کو چھُرا گھونپ دیا گیا۔ وار ترچھا تھا اس لیے وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں ادھر ادھر گھومتا پھر رہا تھا جسے میں نے اور میرے چند ساتھیوں نے لوگوں سے پوچھ کر اس کے گھر تک پہنچایا۔

ہندوؤں نے پہلے ہی اپنے گھروں میں دستی بم بنانے شروع کر دیے تھے تاکہ اپنے دفاع کے لیے بوقت ضرورت اُن سے کام لیا جا سکے۔ کبھی کبھار یہ دستی بم پھٹ بھی جاتے تھے۔ ایک دستی بم ہندوؤں کے محلّہ ''پیر جٹ محل'' میں پھٹا۔ میں فوراً اس جگہ پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر عزیز علی مدیر ہفت روزہ ''یادِ خدا'' مجھ سے پہلے ہی وہاں موجود تھے اور انہوں نے پولیس سے رابطہ کر کے اُسے گرفتار کرا دیا ایک اسی طرح کا واقعہ ہمارے محلے کے نزدیک بھی ہوا میں اس جگہ پر بھی موقعہ پر پہنچ گیا تھا وہاں پر بھی ڈاکٹر عزیز علی پہنچ گئے اور اسے بھی گرفتار کر لیا گیا۔ یہ ابتدائی واقعات تھے۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ہندو آنے والے وقت کے مطابق حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیاری کر رہے تھے۔ چنیوٹ کی آبادی میں یہ بھی اتفاق ہے کہ یہ پہلے ہی دو حصوں میں تقسیم تھی۔ چنیوٹ کا مغربی حصہ مسلم آبادی پر مشتمل تھا۔ جبکہ مشرقی حصہ میں ہندوؤں کی اکثریت تھی۔ درمیان میں جنتو تھان اور گڑھا محلّہ بھی تھا لیکن گڑھا محلّہ بھی ہندوؤں کی آبادی پر ہی مشتمل تھا۔ جب حالات زیادہ خطرناک ہوئے تو ہندوؤں کے وہ چند گھر جو مسلمانوں کی آبادی میں تھے وہ ہندو اکثریت کے علاقے میں منتقل ہو گئے تھے۔ اسلحہ ہندوؤں کے

پاس وافر تھا۔ اور چنیوٹ کے مسلمان اس سے پوری طرح واقف ہوتے ہوئے بھی اپنے دفاع سے غافل تھے۔

لوٹ میں حصہ لینے پر میری پٹائی:

جن دنوں شہر میں لوٹ وسیع پیمانے پر جاری تھی مجھے بھی گھر کی چند عورتوں کی طرف سے حکم دیا گیا کہ شبیر تو بھی جا کر کچھ لوٹ کے لے آ۔ مجھے معلوم تھا کہ والد صاحب نے اس بات کی سخت تلقین کر رکھی ہے کہ گھر کا کوئی فرد اس لوٹ میں حصہ نہ لے اور ہندوؤں کا لٹا ہوا کسی قسم کا کوئی سامان ہمارے گھر میں نہیں آنا چاہیے خاص طور پر مجھے سختی سے منع کیا گیا تھا اس لیے کہ والد صاحب کو یہ اچھی طرح سے معلوم تھا کہ میں گھر میں نہیں بیٹھتا تھا اور ان ہنگامی حالات میں بھی ادھر اُدھر بھاگ جاتا تھا۔ لیکن عورتوں کے اصرار پہ جانتے ہوئے کہ والد صاحب اس وقت کون سا گھر میں موجود ہیں اور شاہی منڈی گھر کے ساتھ ہی ہے کسی دکان سے کچھ اٹھا کر اگر لے بھی آیا تو ابا جان کو کیسے پتہ چلے گا۔ چنانچہ اٹھا اور ایک ہندو کی دکان میں گھس گیا ایک گھی کے خالی کنستر جس میں کچھ تھا لیکن مجھے نہیں پتہ تھا کہ اس میں کیا ہے اٹھا لایا۔ اور گھر میں بیٹھی ہوئی عورتوں کو آ کر دے دیا۔ کہنے لگیں اس میں کیا ہے؟ میں نے کہا مجھے کیا پتہ اس میں کیا ہے، انڈیل کر دیکھ لیں اب جو کنستر کو انڈیلا تو اس میں سے کابلی مصری کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جو اتنے پرانے تھے کہ کھانے کو جی نہیں چاہتا تھا اس پر ساری عورتیں ہنس پڑیں کہ دیکھو ہمارا بہادر بیٹا کیا لوٹ کے لایا ہے کیا تمہارے لیے یہی زنگ آلود کابلی مصری کے چند ٹکڑے ہی رہ گئے تھے۔ جاؤ کوئی اور چیز لوٹ کے لاؤ۔ میں جوش میں پھر بھاگ کے شاہی منڈی کی ہی ایک دکان میں گھس گیا۔ اس دکان میں پچاس ساٹھ کے قریب آدمی گھسے ہوئے تھے اور اپنی اپنی پسند کی اشیاء کو اٹھا لے جانے کے لیے بالکل تیار تھے کہ اچانک پولیس والوں نے باہر سے دکان کے دروازے پر تالہ لگا دیا۔ اب دکان کے اندر کی صورت حال تبدیل ہو گئی پہلے لوٹ لے جانے کی خواہش اپنے عروج پر تھی تو اب ہر ایک کو جان کے لالے پڑ گئے کہ اتنی گرمی اور حبس میں باہر کیسے نکلیں گے۔ دروازے پر اندر سے دستک دی جا رہی تھی لیکن باہر سے کوئی جوابی حرکت سامنے نہیں آ رہی تھی۔ شاہی منڈی میں ہی مجلس احرارِ اسلام کا مرکزی دفتر تھا جس میں سالار نذر محمد اعوان رہائش پذیر تھے۔ انہیں جا کر کسی نے کہا کہ وہ آپ کا شبیر بھی دکان میں بند ہے اور باہر پولیس نے تالا لگا دیا ہے کوئی شخص تالا توڑنے کی جرأت نہیں کر رہا۔ مجلس احرار کے سالار نے جب یہ سنا تو دکان پر آئے اور ہتھوڑے سے باہر دکان کا تالا توڑ ڈالا اس طرح جو اس وقت دکان میں تھے ان سب کی جان میں جان آئی۔ لوٹنے والی بات تو وہیں ختم ہو کے رہ گئی میں نے تو اپنی جان بچا کر وہاں سے نکلنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اندر دم گھٹ رہا تھا۔ لہٰذا کچھ لوٹے بغیر ہی گھر آ گیا۔ اب یہ بات کسی طرح والد محترم تک پہنچ گئی انہوں نے مجھے گھر کی چھت پر لے جا کر سیڑھیوں کے دروازے کو بند کر دیا اور میری پٹائی شروع کر دی۔ دروازہ اس لیے بند کیا تا کہ کوئی آ کر مجھے چھڑا نہ سکے۔ بہر حال ایسی ٹھکائی ہوئی کہ میرے جسم کا ہر حصہ درد سے چُور چُور ہو گیا۔ والدہ نے دودھ پلا کر لحاف میں سلا دیا اور چند گھنٹوں کے بعد طبیعت بحال ہوئی۔

یہ تو خیر غیر منظّم لوٹ مار تھی جس کے بعد منظّم لوٹ کا بھی سلسلہ شروع ہوا۔ یعنی شہر کے رئیس خاندان نے پولیس

سے مل کر باقاعدہ منصوبہ بندی سے ہندوؤں کی ان دکانوں کو لوٹنا شروع کیا جو مسلمانوں کے علاقوں میں تھیں۔ پولیس سے مل کر شہر میں کرفیو لگا دیا جاتا اور پھر رات کے وقت ان دکانوں کا قیمتی مال لوٹ لیا جاتا۔ خاص طور پر صرافہ بازار جہاں تقریباً سبھی ہندو سونے کے زیورات بناتے تھے ان دکانوں سے کثیر مقدار میں سونا وغیرہ لوٹا گیا۔ بہرحال لوٹ کا یہ سلسلہ دو چار ہفتے ہی جاری رہا۔ جس کے بعد مخلص قیادت میدانِ عمل میں آئی اور انہوں نے اس سلسلے کو ایک نئی شکل دی جس کا بیان آگے چل کے آئے گا۔

ایک خوف ناک رات:

ابتداء میں چنیوٹ کے ہندو یہ سمجھتے رہے کہ اگر ہندو مسلم فساد ہوا تو مقامی نوعیت کا ہوگا اس کے لیے انہوں نے اپنی تیاری بھی کر لی تھی۔ اسلحہ ان کے پاس وافر تھا اور پھر دستی بم بھی انہوں نے اپنے تحفظ کے لیے بنا لیے تھے۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان کی یہ سوچ تبدیل ہوگئی ملک کے اندر جو کچھ ہو رہا تھا اب اس کے مطابق انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ شہر چھوڑ کر کیمپ میں منتقل ہو جائیں۔ چنانچہ جس رات انہوں نے شہر چھوڑنا تھا اس رات انہوں نے اپنے مکانوں کی چھت سے ساری رات فائرنگ جاری رکھی اور اس فائرنگ کے دوران شہر کے مشرق کی طرف سے انہیں شہر سے باہر اسلامیہ کالج کے وسیع گراؤنڈ تک جانے میں کسی قسم کی دشواری یا پھر رکاوٹ کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ وہ رات بھر میں اپنے بچوں اور قیمتی سامان کے ساتھ شہر چھوڑ کر کیمپ میں چلے گئے۔

ساری رات کی فائرنگ سے شہر کے مسلمان پریشان بھی تھے اور خوف زدہ بھی تھے۔ ساری رات مسلمان اس لیے نہ سو سکے کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہندو اسلحہ سے ہم پر حملہ آور ہوں گے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے جاگنا ضروری ہے۔ اور ہندو فائرنگ کرتے ہوئے نہ سو سکے کہ انہوں نے اس رات سارا شہر خالی کر کے کیمپ میں منتقل ہونا تھا۔ یہ رات اس لیے انتہائی خوف ناک اور پریشان کن تھی کہ ہندو اور مسلمان دونوں خوف زدہ بھی تھے اور پریشان بھی، صبح ہوئی تو پتہ چلا کہ ہندو آبادی کے کل مکان خالی ہیں اور ہندو مکان چھوڑ کر شہر سے باہر کیمپ میں چلے گئے ہیں۔ اب ان خالی مکانوں کی لوٹ کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ کچھ لوگوں نے اکٹھے ہو کر ہندوؤں کے کیمپ پر حملہ کرنے کی کوشش بھی کی جسے شہر کے معززین جن کی سربراہی ڈاکٹر عزیز علی کے ہاتھ میں تھی اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔ حملہ آور ایک لشکر کی صورت میں ہندو کیمپ کی طرف جا رہے تھا جس میں اردگرد کے دیہاتی مسلمانوں کی بھی ایک کثیر تعداد موجود تھی جسے مدرسۃ البنات کے سامنے روک دیا گیا اور اس طرح چنیوٹ کے ہندو قتل عام سے بچ گئے اور وہ بالکل محفوظ رہے۔ بہت جلد سکھ رجمنٹ کے آٹھ دس فوجی جوان ان کی حفاظت کے لیے بھی آ گئے۔ اس طرح چنیوٹ میں وسیع پیمانے پر قتل وغارت کا خطرہ ٹل گیا۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆☆